مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

اِسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی

(دنیا مسلمانوں سے قائم ہے اور مسلمان دینی مدارس سے)

چینی مسلمانوں کے خوش کن حالات:

گذشتہ ماہ راقم الحروف آبادی میں دنیا کے سب سے بڑے ملک چین کے دعوتی دورہ سے واپس ہوا تو اس کے لیے وہاں کی غیر معمولی صنعتی وتجارتی ترقی تو متاثر کن تھی ہی لیکن بحیثیت ایک مسلمان اور مدرسہ کے ایک طالب علم کے جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ وہاں کے مسلمانوں کی دین پر استقامت تھی جو دین ومذہب کے حوالہ سے گذشتہ پون صدی کے ناگفتہ بہ حالات اور ان پر ہونے والے انسانیت سوز مظالم کے باوجود محض فضل خداوندی سے ان کے حصہ میں آئی تھی، اکثر چینی مسلمان حتی کہ نوجوان بھی نمازوں کے پابند اور داڑھی وٹوپی میں نظر آئے، چین کے تجارتی شہر (Yoo) میں جب میں نماز جمعہ کے لیے پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ خطبہ سے بہت پہلے ہمارے اکثر چینی مسلمانوں سے پوری مسجد بھری ہوئی ہے، میں تین سال قبل فلسطین کے شہر بیت المقدس میں مسجد اقصی میں نماز جمعہ کی سعادت حاصل کر چکا تھا، لیکن وہاں میرے لیے خون کے آنسو رونے کا مرحلہ تھا، یہ دیکھ کر کہ دنیا کی تیسری سب سے بابرکت مسجد اقصی میں ہمارے فلسطینی بھائی خطبہ جمعہ کے شروع ہونے کے بعد بھی بمشکل 2/3 صف کے برابر نہیں تھے اور عین جماعت کے وقت پوری مسجد ان سے بھر گئی تھی۔

ماضی میں چین کی بہت ساری ریاستیں سنکیانگ، لینگ ھسیا اور لانسو وغیرہ مسلم اکثریتی صوبوں کی حیثیت سے اسلامی تاریخ میں ہمیں نظر آتے ہیں، لیکن بعد میں کمیونسٹوں کی حکمرانی میں ان کو اپنے دین ومذہب پر عمل پیرا ہونے کے لیے جن آزمائشوں سے گذرنا پڑا وہ نہ صرف اسلامی بلکہ انسانی تاریخ کا ناقابل یقین حصہ تھا، بڑے ہی کٹھن مراحل سے وہاں کے مسلمانوں کو گذرنا پڑا، ان لوگوں نے تہہ خانوں میں چھپ چھپ کر اپنے ایمان کی حفاظت کی اور اپنے بچوں کو قرآن مجید سکھایا جبکہ ان کے لیے قرآن مجید کے مصاحف کو اپنے گھروں میں رکھنا ایسا ناقابل معافی جرم تھا کہ اس کی سزا پھانسی سے کم نہیں تھی۔

یہی صورتحال سوویت یونین کی مسلم ریاستوں کی بھی ہے:

مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کی کچھ اسی طرح کی داستان ماضی قریب میں سوویت یونین یعنی روس

کی مسلم ریاستوں کی بھی رہی ہے ازبکستان، قزاقستان، ترکمانستان، تاجکستان، آذربائیجان اور کرغیزیا وغیرہ میں مسلم اکثریتی آبادی کے باوجود اسلام پر عمل پیرا ہونا تو درکنار غلطی سے نام لینا بھی اس ملک کے خلاف بغاوت سے بھی بڑا جرم تھا، وہاں کے دینی مدارس پر جو آج برصغیر میں دیوبند وندوہ سے بھی بڑے اور قدیم وتاریخی تھے تالے لگائے گئے، مساجد کو آثار قدیمہ میں بدل دیا گیا، اذان پر پابندی تھی، قرآن مجید کی تلاوت واشاعت ممنوع تھی، شعائر اسلام کے اظہار پر امتناع تھا، لیکن چینی مسلمانوں کی طرح ان روسی مسلمانوں نے بھی پہاڑوں کی چوٹیوں میں جاجا کر اور قبرستانوں میں بڑے بڑے گڈھے کھود کر اور اس میں چھپ چھپ کر نہ صرف اپنے بلکہ اپنی نئی نسلوں کے ایمان کو محفوظ رکھا، سابق روسی صدر گورباچیف کے عہد میں مسلمانوں کے لیے مذہبی آزادی کا سلسلہ شروع ہوا تو ۱۹۹۰ء میں تاجکستان میں پہلی دفعہ مسلمانوں کو رمضان میں روزے رکھنے اور مساجد میں جاکر نماز عید ادا کرنے کی اجازت ملی، تاشقند میں دوبارہ سات کروڑ کی لاگت سے ایک بہت بڑے دینی مدرسہ کا قیام عمل میں آیا اور ازبکستان میں ۱۵۰ مساجد کو دوبارہ کھولا گیا۔

لیکن اسپین میں ایسا کیوں نہیں ہوا......؟

چین ہو یا روس کی مسلم ریاستیں، ترکی کی عثمانی خلافت ہو یا مشرق بعید کی اسلامی حکومتیں، سب جگہ اسلام کو دبانے کی کوششیں کی گئیں اور کچھ مدت تک ان سب جگہوں پر مسلمان مغلوب ومظلوم بھی رہے، لیکن اسلام کا سورج پہلے سے زیادہ آن بان اور بہتر شان کے ساتھ وہاں دوبارہ طلوع ہوا اور ان کے خاکستر میں چھپی ہوئی چنگاریوں نے وہاں کے مسلم باشندوں کو اسلام کی طرف لانے میں اہم رول ادا کیا، چین سے واپسی کے بعد میں کئی دنوں تک یہی سوچتا رہا اور یہ سوال مجھے بے چین کرتا رہا کہ چین وروس کی طرح کبھی ماضی میں بحر اوقیانوس سے متصل واقع اسپین یعنی اندلس میں بھی ہماری حکمرانی تھی، ۷۱۱ء سے ۱۴۹۲ء تک ۷۸۱ سال مسلسل مسلمان پوری آزادی سے وہاں حکومت کرتے رہے، اسپین کی ہماری اسی مسلم حکومت نے پہلی دفعہ یوروپ میں موجود جہالت کی تاریکیوں میں علم کی شمعیں روشن کیں اور مغرب کو سائنسی وصنعتی اور طبی وتعمیری میدانوں میں متعارف کرایا، وہاں کے مسلمانوں کے تعمیر کردہ فن تعمیر کے نمونے چودہ سو سال گذرنے کے باوجود آج بھی سر اٹھا اٹھا کر اپنی عظمت رفتہ کا پتہ دے رہے ہیں، قرطبہ کا قصر الزہراء اور الحمراء کے تعمیری شاہ کار کے کھنڈرات آج بھی کسی تاج محل سے کم نہیں، اس زمانے میں دینی لحاظ سے بھی اندلسی مسلمان اچھی حالت میں تھے، اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت صرف قرطبہ شہر میں سات سو مساجد تھیں، لیکن افسوس کہ ۱۴۹۲ء میں ابوعبداللہ کی آخری حکمرانی کے بعد وہاں باقی رہنے والے مسلمانوں کی کچھ جماعتوں نے تو اپنا ایمان بچا کر افریقی ممالک کی طرف ہجرت کی اور جو مسلمان وہاں رہ گئے وہ کچھ دنوں کے بعد دین سے نکل گئے اور بعد میں ان کی نسلیں بھی ارتداد

والحاد کا شکار ہوگئیں اس طرح کہ کچھ دنوں کے بعد خود انکو پتہ بھی نہیں رہا کہ کبھی انکے آباء و اجداد بھی دین اسلام کے حامل اور دین حق کے پیروکار تھے، میری سمجھ میں بہت دنوں تک یہ بات نہیں آئی کہ روس وچین کے مسلمانوں کی طرح اسپینی مسلمانوں کی طرف سے دین پر استقامت کے وہ نمونے کیوں دیکھنے میں نہیں آرہے ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ:

۱۹۹۵ء میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور ندوۃ العلماء کے موجودہ ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم نے مسلم روسی ریاستوں کا دعوتی دورہ کیا تھا، واپسی پر حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی نے جو اپنی بے پناہ دینی بصیرت وفراست کے ساتھ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہیں اس کا ایک دلچسپ سفرنامہ ''سمرقند وبخارا کی بازیافت'' کے نام سے تحریر کیا تھا، جب میں نے اس سفرنامہ کو دوبارہ پڑھا تو مجھے اسپین میں مسلمانوں کے دین پر قائم نہ رہنے کی وجہ کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور اس کا سرا ہاتھ لگ گیا، مولانا نے اس میں مسلم ریاستوں میں پیدا ہونے والی اسلامی بیداری کے پس منظر کا دعوتی تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ماوراء النہر کے یہ تمام علاقے اسلامی نقطہ نظر سے اپنا شاندار ماضی رکھتے تھے اور اس وقت یہاں کے مسلمانوں نے دینی تعلیم کے مدارس ومراکز کے قیام پر پوری توجہ دی تھی ،اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں صرف بخارا شہر میں ڈھائی سو دینی مدارس تھے ،گویا اس وقت روسی مسلمانوں کو واپس اسلام کی طرف لانے میں ماضی کے انھیں دینی مدارس نے اہم رول ادا کیا تھا، جب میں نے اسپین کے مسلمانوں کی تاریخ کا ازسرنو مطالعہ کیا تو مجھے وہاں سوائے ان دینی مدارس کے ہر چیز نظر آئی پھر بات سمجھ میں آئی کہ اسی بنیادی چیز کی کمی ہی نے نہ صرف ان کو الحاد وارتداد تک پہنچایا بلکہ ان کی نسلوں کو بھی دین کی طرف دوبارہ لوٹنے پر آمادہ نہیں کیا، اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوئی کہ علامہ اقبال جب اسپین کے دورہ سے واپس آئے تو انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں سے صاف کہا کہ یہاں سے اگر ہمارے دینی مدارس ومکاتب کا یہ سلسلہ ختم ہوجائے گا تو صاف سن لو کہ ہمارے ملک کی بھی وہی حالت ہوجائے گی جو میں اسپین میں دیکھ کر آیا ہوں کہ دینی مدارس کے نہ ہونے کی وجہ سے آج وہاں مسلمانوں کا نام ونشان بھی نہیں رہ گیا ہے، اس لیے اے مسلمانو:۔'' ان مدارس ومکاتب کو اسی حالت میں رہنے دو، حالانکہ اسپین کے دورہ سے قبل علامہ اقبالؒ مرحوم ہمارے ان مدارس کے تعلق سے کچھ اچھے خیالات نہیں رکھتے تھے لیکن اسپین کے دورہ نے ان دینی مدارس کی اہمیت ان کے دل میں بٹھادی''۔

مذکورہ بالا دعوتی تجزیوں سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیافت میں ہمارے ان مدارس ومکاتب کا کس قدر بنیادی اور اہم رول ہے، اور عالم اسلام میں ہمیں اس وقت نظر آنے والے غیر متزلزل اور قابل رشک ایمان کی جھلکیاں ہمارے ان مدارس ہی کی بدولت نظر آرہی ہیں۔

دنیا مسلمانوں سے قائم ہے اور مسلمان دینی مدارس سے :

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تک اس روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا رہیگا یہ دنیا قائم رہے گی اور جس دن یہ لوگ اٹھ جائیں گے، دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی یعنی قیامت آجائے گی، بالفاظ دیگر اللہ تعالی نے اس دنیا کو صرف مسلمانوں کی وجہ سے قائم رکھا ہے اور اللہ کے پاس ایک ادنی مسلمان بھی اس پورے دنیاوی نظام پر بھاری ہے، عالم اسلام کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات پر جب ہم بصارت کے بجائے بصیرت کی نگاہ دوڑاتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت خالص دین اور حقیقی اسلام صرف ہمارے ان مدارس اسلامیہ ومکاتب دینیہ ہی کی بدولت قائم ہے، تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ تصور کر لیں اگر اس وقت روئے زمین پر مدارس اسلامیہ کی شکل میں دین کے یہ قلعے نہ ہوتے اور علمائے حق یہاں سے فارغ ہوکر امت کی رہنمائی نہیں کرتے تو ملت اسلامیہ کا اس وقت کیا حال ہوتا، ظاہر بات ہے کہ حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہوجاتا، حلال کے نام سے حرام کی ترویج ہوتی، روشن خیالی اور ترقی پسندی کے نام سے غیر اسلامی وغیر شرعی چیزوں کو بھی اسلام اور شریعت کا نام دیا جاتا، احکام ومسائل کی تحقیق صحیح قرآنی ونبوی ہدایات کے مطابق نہیں ہوتی، شریعت کی تشریح ایک مذاق بن کر رہ جاتی اور ان سب کے نتیجہ میں دین سے عامۃ المسلمین کی وابستگی برائے نام رہ جاتی، اللہ تعالی جزائے خیر دے ہمارے اسلاف بالخصوص برصغیر کے علماء کو کہ انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرنے کی تحریک کے پس منظر میں انہوں نے دینی مدارس قائم کر کے اور بعد میں ان کے جانشینوں نے جگہ جگہ اس کا جال بچھا کر نہ صرف مغربی تہذیب وثقافت سے ملت اسلامیہ کو دور رکھا بلکہ شرک وکفر کی آلودگیوں سے ان کی حفاظت کا سامان فراہم کیا اور توحید اور عقیدہ سے ان کو وابستہ رکھنے کے لیے مدارس کی شکل میں ایک قیمتی واسطہ فراہم کیا، مسلم اقلیت میں ہونے اور یہاں اسلامی حکومت کے نہ ہونے کے باوجود ہمارے ان دینی مدارس کی وجہ سے ہی آج پورے عالم اسلام میں ہمارے ملک ہندوستان کو تمام بڑی دینی تحریکات اور دینی قیادت کا مرکز تصور کیا جارہا ہے۔

اب تو دینی تعلیم کے فوائد دنیا ہی میں نظر آرہے ہیں:

دینی تعلیم کا حصول دراصل اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے ہوتا ہے اور اس پر جو بے پناہ نوازشات خداوندی کا وعدہ ہے اس کا تو مشاہدہ مرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے لیکن اس زمانہ میں ہمارے کمزور ایمان کو دیکھتے ہوئے اللہ رب العزت نے دینی تعلیم کے فوائد کچھ دنیا میں بھی ظاہر کرنے شروع کر دیئے ہیں، اس لیے اب ان مدارس کے بھولے بھالے خیر خواہوں کو جو مدارس کے فارغین کی مادی ترقی کی آڑ میں اس کے نظام ونصاب میں عصری علوم کی شمولیت کے داعی ووکیل بن کر اس کی اصل روح سے ان مدارس کو محروم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کچھ کہنے کا موقع نہیں رہ جاتا ہے، ذیل کے کچھ واقعات سے آپ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

دو سال قبل میرا علی گڑھ جانا ہوا تھا، مسلم یونیورسٹی میں اکیڈمک اسٹاف کالج (u.g.c) کے ڈائرکٹر ڈاکٹر عبدالرحیم

قدوائی صاحب نے اپنے چھوٹے بچے سے ملاقات کراتے ہوئے بتایا کہ وہ عصری تعلیم کے ساتھ الحمدللہ حفظ قرآن مجید کی سعادت سے مالا مال ہو رہا ہے، اسی طرح برطانیہ میں زیر تعلیم اپنے بڑے لڑکے کے متعلق بھی بتایا کہ وہ بھی وہاں برطانوی یونیورسٹی میں دن بھر پڑھائی میں مشغول رہنے کے باوجود رات کو اپنے کمرہ میں آکر ایک دو رکوع روزانہ حفظ کر کے یہاں ہندوستان میں علی گڑھ میں اپنی والدہ کو یاد کیا ہوا وہ حصہ سناتا ہے، اس طرح اس نے قرآن کا بڑا حصہ عصری تعلیم کے ساتھ حفظ کرلیا ہے اور جلد اس کے حافظ قرآن بننے کی امید ہے، ڈاکٹر صاحب کے خاندانی دینی پس منظر اور مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے نواسے ہونے کی وجہ سے مجھے اس پر حیرت نہیں ہوئی لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کے بہت سارے پروفیسر صاحبان ادھر دو تین سال سے اپنے بچوں کو اسکولوں وکالجس کی تعلیم کے ساتھ پارٹ ٹائیم حفظ کرا رہے ہیں تو مجھے تعجب ہوا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے لیے تو پانچ وقت کی نماز کا پابندی سے اہتمام بھی دشوار ہے تو اس کے باوجود ان میں کلام اللہ سے اسقدر محبت و تعلق کا پس منظر کیا ہے؟ میرے اس استعجاب پر میرے میزبان نے بتایا کہ ادھر چند سالوں سے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی میڈیکل وانجینئرینگ کی محدود سیٹوں کیلئے ہزاروں طلباء کے درمیان جو مسابقتی امتحانات ہو رہے ہیں تو ان میں عصری تعلیم کے ساتھ حفظ کرنے والے حفاظ طلباء ہی امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوکر فری سیٹوں کے مستحق بن رہے ہیں، دوسرے الفاظ میں حفظ کلام اللہ کی برکت سے ان کی ذہانت میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے اور اسی لالچ میں دھڑا دھڑ لوگ اپنے بچوں کو اب حافظ قرآن بنا رہے ہیں، میری زبان سے بے ساختہ نکلا کہ وہ دن دور نہیں کہ اگر غیر مسلموں کو بھی معلوم ہو جائے تو وہ بھی اس فارمولہ کو اپنانے کے لیے اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنائیں گے اور اسی بہانے انشاء اللہ ان کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت کے فیصلے بھی ہوں گے۔

دوسرا واقعہ بھی سنئے:۔ پولس سے نچلی سطح پر نظم ونسق سنبھالنے والے تین ہزار ہوم گارڈ کی بھرتی کے لیے جب حکومت کی طرف سے سرکلر نکلا تو ایک اخبار میں اطلاع آئی کہ ڈیڑھ لاکھ سے زائد لوگوں نے اس کے لیے انٹرویو دیا ہے اور اس میں گریجویٹ ہی نہیں بلکہ پوسٹ گریجویٹ انجینئروں وغیرہ کی بھی ایک بڑی تعداد ہے، حالانکہ ہوم گارڈ کے لیے صرف بارھویں پاس کی تعلیمی صلاحیت کافی تھی، اس خبر کے بین السطور جو پیغام تھا وہ یہ کہ دنیا کے خاطر دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے ٦٠ فیصد لوگ اب بھی بے روزگار ہیں جبکہ اسی اخبار کے نیچے ایک اور اشتہار تھا کہ فلاں ادارہ کے لیے دو حافظ اور تین عالم دین کی ضرورت ہے اور ان کے لیے مفت رہائش کے ساتھ تنخواہ کم از کم ١٠/ ہزار سے ١٢/ ہزار دی جائے گی، مطلب یہ ہوا کہ حافظ قرآن اور عالم دین تلاش بسیار کے بعد بھی کہیں خالی نہیں مل رہے ہیں اور اخبارات میں اشتہار دینا پڑھ رہا ہے اور عصری تعلیم یافتہ لوگ بے روزگاری سے تنگ آکر اپنی تعلیم وصلاحیت سے بھی کم حیثیت کی ملازمت کے لیے تیار ہیں، بارھویں پاس ہوم گارڈ کی ملازمت کے لیے پوسٹ گریجویٹ لوگوں کی درخواستوں کا انبار اس کا واضح ثبوت ہے۔

تیسرا واقعہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے، ندوۃ العلماء کے سابق مہتمم مولانا عمران خان صاحب ندوی کے بھائی مولانا سلمان صاحب ندوی کے گیارہ بیٹے تھے ،انھوں نے ارادہ کیا کہ سب کو حافظ قرآن اور عالم دین بنانا ہے، ان کے بعض افراد خاندان کا ان سے اصرار تھا کہ ایک دو کو تو کم از کم عصری تعلیم میں لگائیں تا کہ ان کے لیے عمر کے آخری مراحل میں معاشی مسائل نہ ہوں لیکن انہوں نے نہیں مانا بلکہ تمام گیارہ بیٹوں کو الحمدللہ حافظ قرآن اور عالم دین بنایا اور سب کے سب ندوۃ العلماء سے فارغ ہوئے ،اللہ نے ان کے اس توکل اور اپنی ذات پر اعتماد کی لاج یوں رکھی کہ ان کے یہ سب گیارہ بیٹے آج الحمدللہ دنیا کے مختلف امریکی ویوروپی ممالک میں دعوت دین سے جڑے رہ کر بھی بڑے بڑے کاروبار کے مالک بن گئے ہیں،ایک امریکہ میں ہے تو دوسرا برطانیہ میں،تیسرا نیوزی لینڈ میں تو چوتھا امارات میں ، دو سال قبل میں جب جاپان کے دعوتی دورہ پر گیا ہوا تھا تو ان کے ایک صاحبزادہ مولانا سلیم الرحمٰن صاحب ندوی کو دیکھا کہ ٹوکیو کے مہنگے ترین علاقہ میں خود کے اپنے خوبصورت کاشانہ کے مالک ہیں اور پورے جاپان میں اس وقت دعوتی ومذہبی اعتبار سے بھی مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں جس نے کہا سچ کہا کہ ''جو اللہ کے لیے ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے'' دین کے خاطر قربانی دینے والوں کو اللہ تعالی دنیا سے بھی محروم نہیں رکھتا۔

مدارس کا کوئی متبادل نہیں :

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ دین کی باتوں سے واقفیت اور احکام شریعت پر عمل کے لیے مطلوبہ ضروری معلومات کا نام ہی دینی تعلیم ہے لیکن حقیقت میں وہ دینی تعلیم جس کے لیے مدارس کا قیام عمل میں آتا ہے صرف اسی کا نام نہیں،دین کی اس ابتدائی وبنیادی ضرورت کے لیے شبینہ وصباحی مکاتب ، بزرگوں کی صحبت ، اسلامی تحریکات وتنظیمات سے وابستگی اور دینی لٹریچر کا مطالعہ وغیرہ کافی ہے جس سے اسلام پر قائم رہنے میں ایک مسلمان کو مدد ملتی ہے ،دراصل دینی مدارس اس سے بھی بڑھ کر ایک عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قائم کئے جاتے ہیں ، جہاں شریعت پر گہری نگاہ اور قرآن وحدیث کے اسرار ورموز سے واقفیت رکھنے والے اور سب سے بڑھ کر امت مسلمہ ہی کی نہیں بلکہ پوری انسانیت کی زندگی کے ہر میدان میں رہنمائی کرنے والے رجال کار اور علماء پیدا کئے جاتے ہیں ، جب جب بھی اسلام کے نام سے اس کی غلط ترجمانی کرنے والے میدان میں آتے ہیں تو مدارس کے یہی علماء اس کا مقابلہ کرتے ہوئے قبلہ نما بن کر سامنے آتے ہیں اور اسلام کی صحیح منشاء وروح کی ترجمانی کرتے ہیں ،وہ اس خلائی سٹیلائٹ کی طرح ہوتے ہیں جو خلاء میں رہ کر پوری دنیا کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھتا ہے،ہمارے علماء بھی دینی سٹیلائٹ بن کر امت کی ایک ایک حرکت پر وہ مؤمنانہ فراست کے ساتھ دوربیں نگاہ رکھتے ہیں کہ کہیں امت بھٹک نہ جائے اور راہ راست سے نہ ہٹ جائے ،اس پر ان کو وہ فوراً متنبہ کرتے ہیں،بسااوقات جب غلط افکار ونظریات کی اسلام کے نام سے تشریح کرتے ہوئے پانی سر سے اونچا

ہوجاتا ہے تو یہی علماء خود میدان میں آکر الحادی افکار وغلط نظریات کے طوفان بلاخیز کے دھارے کو موڑ دیتے ہیں اور وہ مادی منافع اور عامۃ الناس کی تعریف وتوصیف سے بے پرواہ ہوکر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے حقیقت دین سے بندگان خدا کو واقف کرانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

خالص اسلامی اسکول بھی مدارس کی جگہ نہیں لے سکتے :

ادھر 20/25 سال سے ملت کے نونہالوں کو الحادی وتشکیکی افکار ونظریات سے محفوظ رکھنے اور مشنری تعلیمی اداروں سے بچانے اور ایمان پر باقی رکھنے کے نیک جذبہ کے تحت مسلم تعلیمی درسگاہوں کا قیام تیزی سے عمل میں آرہا ہے جو بڑی خوش آئند بات ہے اور ملت کی ایک بڑی اہم ضرورت کی تکمیل ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس میں سے بہت سارے اسکولوں وکالجس کو آپ مسلم تعلیمی ادارے تو کہہ سکتے ہیں اسلامی ادارے نہیں، اس لیے کہ ان میں سوائے اس کے کہ اس کو چلانے والے مسلمان ہیں اس کے علاوہ اس کی کوئی امتیازی مذہبی شان نہیں ،ان میں سوائے کچھ کو مستثنیٰ کر کے وہ سب غیر دینی نصابی وثقافتی سرگرمیاں ہوتی ہیں جس کا اسلام سے دور دور تک تعلق نہیں ہوتا، لیکن اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لیے ہم مان بھی لیں کہ ہمارے بچے خالص اسلامی بنیادوں پر قائم اسلامی اسکولوں وکالجس میں ہی پڑھ رہے ہیں اور اس طرح کے اداروں کی ایک بڑی تعداد الحمدللہ ملک وبیرون ملک میں پائی بھی جارہی ہے تب بھی یہ اسلامی عصری تعلیمی ادارے ہمارے دینی مدارس کا متبادل بن نہیں سکتے ،عام طور پر عامۃ المسلمین کو یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ اس طرح کے اسلامی اسکولوں میں اپنے نونہالوں کو انہوں نے داخل کر کے ان کو دینی تعلیم سے بھی آراستہ کرلیا ،حالانکہ یہاں تو بقدر ضرورت صرف ایمان پر باقی رکھنے والی اسلامی تعلیم دی جاتی ہے ،قرآن وحدیث میں ایک عالم دین کے لیے جو فضائل اور ان کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں اس سعادت کو آپ ان اسلامی اسکولوں سے بھی حاصل نہیں کرسکتے اگرچہ آپ کا بچہ ان اسکولوں سے فارغ ہوکر اچھی عربی بولنے لگے اور قرآن کی کچھ سورتوں کے اس کو تراجم بھی یاد ہوجائیں ،وہ نماز روزے کا پابند ہوجائے اور دیکھنے میں ایک عالم دین کی طرح نظر بھی آئے لیکن وہ 12/13 سال تک مسلسل مدرسہ میں وقت لگا کر فارغ ہونے والے کسی عالم دین کے برابر نہیں ہوسکتا، چاہے وہ خود اپنے کو اور دنیا والے اس کو شریعت کا ماہر اور عالم سمجھیں، لیکن وہ زیادہ سے زیادہ ایک اچھا مسلم اسکالر کہلاسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اسی حالت میں مدارس کی قیامت تک ضرورت ہے:

عام طور پر اس وقت بڑے زور وشور سے یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ مدارس کے موجودہ نصاب ونظام میں وقت کے بدلتے حالات کے مطابق تبدیلی ہونی چاہیے اور اس میں عصری علوم کی بھی اس طرح آمیزش ہونی چاہیے کہ ہمارے مدارس کے فارغین دنیاوی میدان میں کسی کے دست نگر یا محتاج نہ ہوں اور معاشی اعتبار سے بھی خود کفیل ہوں، ہمارے اپنے لوگوں کی طرف سے اٹھنے والی یہ آوازیں زیادہ تر ان لوگوں کی طرف سے ہوتی ہیں

جن کے بچے مشنری اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں اور ان کی اولاد تو در کنار ان کے رشتہ دار بھی مدارس میں نہیں پڑھتے، ان کی یہ آراء مخلصانہ وہمدردانہ تو ہو سکتی ہیں لیکن جب حکومت اور مغربی طاقتوں اور اسلام دشمن طبقات کی طرف سے یہ آوازیں سننے میں آتی ہیں تو یقیناً اس کے پس پشت علماء وفارغین کی ہمدردی وخیر خواہی نہیں ہوتی بلکہ مدارس کی خالص دینی تعلیم کو عصری علوم کے اختلاط سے آلودہ کر کے مدارس کو اس کی اصل روح سے ہٹانے اور اس کے بنیادی مقاصد سے ان کو دور رکھنے کی ایک منصوبہ بند کوشش ہوتی ہے جس کو ہم اپنی سادہ لوحی سے سمجھ نہیں پاتے ،مدارس کا کام ملک کا نظم ونسق چلانے والے I.A.S افسران پیدا کرنا، اچھے دیندار ڈاکٹر یا انجینئر بنا کر ان کو معاشرہ کی خدمت میں لگانا، اچھے تاجر وسماجی کارکن یا سیاسی لیڈر بنا کر میدان عمل میں لا کر پیش کرنا نہیں ،اس کے لیے ملت کے دوسرے ادارے وتنظیمیں ہیں جنہوں نے اپنے ذمہ یہ کام لیا ہے ،ہمارے مدارس کا قیام شریعت کے ماہرین اور دین کے متخصصین پیدا کرنے کے لیے ہوا ہے، دینی مدارس تو دراصل ملت اسلامیہ کی اس ضرورت کی تکمیل کا سامان فراہم کرتے ہیں جس کا حکم اللہ رب العزت نے سورہ توبہ کے اخیر میں پوری امت کو مخاطب کر کے دیا ہے کہ تم میں سے ہر قوم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو دین کی گہری سمجھ حاصل کرے اور دعوت کا فریضہ انجام دے (فلولانفرمن کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذارجعوا اليهم) قرآن کے حکم کے مطابق ہر زمانے میں علماء کی اس جماعت کی ضرورت رہے گی اور قیامت تک اسلام پر بقاء کے لیے ایسے علماء کا وجود ملت کے لیے ناگزیر ہوگا، ہمارے دینی مدارس الحمدللہ اپنے اسی فریضہ کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہزار اپنی انتظامی وتربیتی کمزوریوں کے باوجود جس کا خود انھیں احساس ہے اس کی اصلاح کی بھی کوشش کر رہے ہیں، الحمدللہ ذمہ داران مدارس بھی اپنی بصیرت وفراست کے ذریعہ دشمنوں کی ان چالوں کو سمجھنے کے باوجود عالمی سطح پر رونما ہونے والے واقعات وحالات کے پس منظر میں دینی تعلیم کی روح کو باقی رکھتے ہوئے اس دینی تعلیمی نظام کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں جس سے فارغین مدارس دعوتی میدان میں اور بہتر طریقہ پر اپنے فرائض کو انجام دے سکیں لیکن اسی کے ساتھ ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ قرآن مجید میں بیان کئے گئے ایسے علماء جو ملت کی ناگزیر ضرورت ہیں دینی مدارس کے بجائے کیا مسلم اسکولوں واسلامی کالجس یا یونیورسٹیوں سے پیدا ہونے کی ہم امید رکھیں یا پھر ایسے مدارس سے جو حد سے زیادہ عصری علوم کی شمولیت کے ساتھ نہ گھر کے نہ گھاٹ کے مصداق بن کر سامنے آ رہے ہیں، یاد رکھیئے ایسے علماء خالص دینی تعلیم کے ان مدارس ہی سے پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہوں گے ،غرض یہ کہ ہمارے یہ دینی مدارس ہی ہیں جو آج ہندوستان کو اندلس بننے سے اور یہاں اس کی تاریخ دہرانے کی دشمنوں کی شاطرانہ چالوں کو کامیاب ہونے سے روکے ہوئے ہیں، اس لیے ان مدارس کی حفاظت ووکالت ہم سب کا ملی فریضہ ہے۔